قیامِ امن اور مذہبی ہم آہنگی

The Role of Religious Harmony in the Establishment Peace

ڈاکٹر محمد عبدالعلی اچکزئی*

ABSTRACT

The Internal dissensions within the ranks of the Muslim Ummah are very harmful and condemnable. Today, the Muslims of the world have fallen into the deep recesses of decline due to their mutual differences. The intrigues and conspiracies of the hostile nations have created schism and dissensions among the Muslims on the grounds of language, land, race and color. In our country (Pakistan), if we ponder on the growing rate of violence, we will find that the main causes of this chaos are our attitude towards our mutual differences. Because of intolerant approach towards our mutual differnces, our difficulties and problems are sizing up, and they have engulfed the whole nation, now. The only point on which our nation can be united is the "Kalimah". The followers of this "Kalimah" whether they are white or black, rich or poor, or whatever race they belong to, and whatever territory or country they come from, they are all considered as the member of the Muslim Ummah.

Keeping the prevailing situation of the Muslim Ummah, the author of this paper feelss that an appropriate answer to the question, 'are all sorts of differences condemnable?', is key to end most of our differences. In fact, all sorts of differences are not condemnable or forbidden; if differences of opinions are based on some logical grounds within the jurisdiction of the Qur'ān and Aḥādīth, they are permissible and justified as inevitable and natural. Such kind of approach can promote tolerance and unity among the Muslim Ummah and can put us at peace.

Keywords: *Peace; Religious Hormony; Muslim Ummah; Dissensions; Difference of Opinions*

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر و صدر شعبہ علوم اسلامیہ، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ

عذاب الٰہی کی متعدد قسمیں ہیں، ان میں سے ایک قسم کا عذاب امت کا آپس میں اختلاف ، پارٹی بندی، قتل و قتال اور باہمی جنگ و جدل بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ هُوَ ٱلْقَادِرُ عَلَىٰٓ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ﴾ [۱]

(آپ کہہ دیجئے کہ اس پر بھی وہی (اللہ) قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے، یا تمہارے پاؤں تلے سے، یا کہ تم کو گروہ گروہ کرکے سب کو (آپس میں) بھڑا (یعنی لڑا) دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی (کے ذریعہ مزہ) چکھادے۔)

آیت مذکورہ میں عذاب الٰہی کی تین قسموں کا ذکر ہے، ایک جو اوپر سے آئے، مثلاً پتھروں کا برسنا، ہوا یا بارش کا طوفان، یا امراء وحکام کی طرف سے ظلم و ستم۔ دوسرے جو نیچے سے آئے، مثلاً زلزلہ یا غرق ہونا، یا مرادہے ماتحتوں، غلاموں اور نوکروں، چاکروں کی طرف سے عذاب کہ وہ بد دیانت اور خائن ہو جائیں۔ تیسرے جو اپنے اندر سے پھوٹ پڑے، مثلاً قوم کا مختلف پارٹیوں میں بٹ کر آپس میں بھڑ جانا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے کہ امت مختلف فرقوں میں تقسیم ہو کر آپس میں لڑ پڑیں، اسی لیے جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا:

«لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ» [۲]

(تم میرے بعد پھر کافروں جیسے نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

«سَأَلْتُ رَبِّي ثَلَاثًا فَأَعْطَانِي ثِنْتَيْنِ , وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً. سَأَلْتُ رَبِّي أَلَّا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالسَّنَةِ فَأَعْطَانِيهَا, وَسَأَلْتُهُ أَلَّا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالْغَرَقِ, فَأَعْطَانِيهَا , وَسَأَلْتُهُ أَلَّا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ, فَمَنَعَنِيهَا» [۳]

میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں :

۱۔ میری امت غرق کے ذریعے ہلاک نہ کی جائے۔

۲۔ قحط عام کے ذریعے اس کی تباہی نہ ہو۔

۳۔ آپس میں ان کی لڑائی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی دو دعائیں قبول فرمالیں اور تیسری دعا سے مجھے روک دیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر اس قسم کے عذاب تو نہ آئیں گے جیسے پچھلی امتوں پر آسمان یا زمین سے آئے، جس سے ان کی پوری قوم تباہ و برباد ہوگئی، لیکن ایک عذاب دنیا میں اس امت پر بھی آتا رہے گا، وہ عذاب آپس کی جنگ وجدل اور فرقوں اور پارٹیوں کا باہم تصادم ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے امت کو فرقوں اور پارٹیوں میں منقسم ہو کر باہمی آویزش اور جنگ وجدل سے منع کرنے میں انتہائی تاکید سے کام لیا ہے اور ہر موقع پر اس سے ڈرایا ہے کہ تم پر خدا تعالیٰ کا عذاب اس دنیا میں اگر آئے گا، تو آپس ہی کی جنگ وجدل کے ذریعہ آئے گا۔[۴]

سورہ ہود کی ایک آیت میں یہ مضمون اور بھی زیادہ وضاحت سے آیا ہے:

﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝١١٨ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ﴾[۵]

(لوگ ہمیشہ آپس میں اختلاف ہی کرتے رہیں گے بجز ان لوگوں کے جن پر اللہ تعالیٰ نے رحمت فرمائی۔)

ایک آیت میں ارشاد ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ﴾[۶]

(اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی (یعنی قرآن) سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ﴾[۷]

(اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے (دین میں) باہم تفریق کرلی اور باہم اختلاف کرلیا، ان کے پاس واضح احکام پہنچنے کے بعد۔)

مطلب یہ کہ یہود و نصاریٰ کی طرح مت بنو جنہوں نے خدا تعالیٰ کے صاف احکام پہنچنے کے بعد محض اوہام واہوا کی پیروی کر کے اصول شرع میں متفرق ہوگئے اور باہمی جنگ وجدال سے عذاب الٰہی

میں مبتلا ہو گئے اور چونکہ اس تفرق واختلاف نے پچھلی قوموں کو تباہ کر دیا، اس لیے ان سے عبرت حاصل کرو اور اپنے میں یہ مرض پیدا ہونے نہ دو۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمْ وَكَانُواْ شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ (۸)

(جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقے ڈالے اور مختلف پارٹیوں میں تقسیم ہو گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق اور کوئی واسطہ نہیں۔)

ان تمام آیات وروایات کا حاصل یہ ہے کہ اختلاف بڑی منحوس اور مذموم چیز ہے، آج دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے مسلمانوں کی پستی اور بربادی (اور خصوصاً وطن عزیز میں بڑھتے ہوئے تشدد) کے اسباب پر اگر غور کیا جائے تو اکثر مصائب کا سبب یہی اختلاف اور تشتت نظر آئے گا، ہماری بداعمالیوں کے نتیجہ میں یہ عذاب ہم پر مسلط ہو گیا کہ وہ قوم جس کا مرکز اتحاد ایک کلمہ "لا الہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" تھا، اس کلمہ کو ماننے والا زمین کے کسی خطہ میں ہو، کسی زبان کا بولنے والا ہو، کسی رنگ کا ہو، کسی نسل و نسب سے متعلق ہو، سب بھائی بھائی تھے، کوہ ودریا کی دشوار گزار منازل ان کی وحدت میں حائل نہ تھیں، نسب وخاندان، رنگ وزبان کا تفاوت ان کی راہ میں رکاوٹ نہ تھا، ان کی قومی وحدت صرف اس کلمہ سے وابستہ نہ تھی۔ عربی، مصری، شامی، ترکی، ہندی، چینی کی تقسیم صرف شناخت اور تعارف کے لیے تھیں اور کچھ نہیں، بقول اقبال مرحوم:

درویش خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی　　　گھر اس کا نہ دلی نہ صفاہان نہ سمرقند

آج دوسری قوموں کی دسیسہ کاریوں اور مسلسل کوششوں نے پھر ان (مسلمانوں) کو نسلی اور لسانی اور وطنی قومیتوں (اور مذہبی فرقوں) میں بانٹ دیا اور پھر ان میں سے ہر ایک قوم وجماعت اپنے اندر بھی تشتت اور انتشار کا شکار ہو کر مختلف پارٹیوں میں بٹ گئی، وہ قوم جس کا شعار غیروں سے بھی عفو ودرگذر اور ایثار تھا اور جھگڑے سے بچنے کے لئے اپنے بڑے سے بڑے حق کو چھوڑ دیتی تھی، آج اس کے بہت سے افراد ذرا ذرا سی حقیر وذلیل خواہشات کے پیچھے بڑے سے بڑے تعلق کو قربان کر دیتے ہیں، یہی وجہ اغراض واہواء کا اختلاف ہے جو قوم وملت کے لئے منحوس اور اس دنیا میں نقد عذاب ہے۔ (۹)

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیا امت کے اندر ہر اختلاف مذموم ہے، یا کوئی اختلاف غیر مذموم بھی ہے، جواب یہ ہے کہ ہر اختلاف مذموم نہیں ہے، بلکہ مذموم وہ اختلاف ہے کہ جس میں اپنی اہواء اور خواہشات کی بنا پر قرآن سے دور رہ کر سوچا جائے، لیکن اگر قرآن پر مجتمع رہتے ہوئے اور حضور کی تشریح و تفصیل کو قبول کرتے ہوئے اپنی فطری استعداد اور دماغی صلاحیتوں کی بناء پر فروع میں اختلاف کیا جائے تو یہ اختلاف فطری ہے، اور اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ صحابہ و تابعین اور ائمہ فقہاء کا اختلاف اسی قسم کا اختلاف تھا، ہاں اگر انہی فروعی بحثوں کو اصل دین قرار دیا جائے اور ان میں اختلاف کو جنگ و جدل اور سبّ و شتم کا ذریعہ بنالیا جائے، تو یہ بھی مذموم ہے۔[10]

بہر حال اسلام میں اختلاف رائے کی گنجائش رکھی گئی ہے، اسلامی عقائد مثلاً توحید، رسالت، آخرت، جزا و سزا یا ایسے احکام جن کے بارے میں قرآن و سنت میں واضح حکم موجود ہو، اختلاف سے پاک اور بالاتر ہیں، البتہ فقہاء صحابہ وائمہ مجتہدین نے ان فروعی مسائل میں اختلاف کیا ہے، جن میں واضح اور صریح نص موجود نہ ہو اور اس کی تعبیر اور تشریح مختلف طریقوں سے اور کئی صورتوں میں ممکن ہو، اس طرح ہر مجتہد اپنی اپنی فہم اور صوابدید کے مطابق بنیادی اسلامی اصولوں کی روشنی میں اجتہاد کر کے رائے قائم کرتا ہے جو کبھی دوسروں کی آراء سے ہم آہنگی ہوتی ہے اور سب آراء متفق ہو کر اجماع امت کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اور کبھی فروعی اختلاف رائے پیدا ہو جاتا ہے۔ اس اختلاف کا مقصد تفرقہ پیدا کرنا یا امت کو جھگڑوں میں مبتلا کرنا نہیں ہوتا، بلکہ ہر مجتہد کا ہدف حق تک پہنچنا ہوتا ہے، پھر تمام مجتہدین تلاش حق کے اس سلسلے میں یکساں طور پر ذرائع اور مصادر شرعیہ ہی کو استعمال کرتے ہیں۔

اختلاف رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی موجود تھا، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں رکوع ادا کرتے ہوئے رفع الیدین پر عمل پیرا تھے، مگر دوسری طرف حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے قائل نہیں تھے[11]۔ مگر کبھی ایک فریق نے دوسرے کو تشنیع نہیں کی اور نہ ہی یہ کہا کہ حق صرف ہمارے پاس ہے، باقی آراء باطل ہیں، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کبھی یہ نہیں کہا کہ خبر دار عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بات نہ سنو اور نہ مانو، کیونکہ وہ تو رفع الیدین کرتا ہے، یا قرأت خلف الامام کا قائل ہے، بلکہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شیوہ یہی تھا کہ سب ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے۔

اس سلسلے میں اس مشہور روایت سے بھی اس مسئلے پر خوب روشنی پڑتی ہے کہ غزوہ احزاب سے واپسی کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا۔

«عليكم أن لا تُصلُّوا صلاةَ العصرِ حتَّى تأتوا بَنِي قُرَيظَةَ »[۱۲]

بنو قریظہ کی طرف جاؤ اور عصر کی نماز وہاں جا کر ادا کرو۔

چنانچہ راستے میں جب عصر کی نماز کا وقت آگیا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی فرمان کی یہ توجیہہ کی کہ ان کی مراد یہ تھی کہ تیزی سے وہاں پہنچنے کی کوشش کرو اور راستے میں کہیں نہ رکنا، اب تو نماز کا وقت ہو چکا ہے، نماز راستے میں پڑھ کر فوراً چل دیتے ہیں اور انہوں نے ایسا ہی کیا، مگر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اصرار تھا کہ حضور ﷺ کا قول واضح ہے کہ نماز راستے میں نہ پڑھنا، بلکہ وہی جا کر پڑھنا، چنانچہ انہوں نے بنی قریظہ کے ہاں پہنچ کر نماز پڑھی، واپس آکر حضور ﷺ نے دونوں کی باتیں سنیں اور کسی کی تردید نہیں کی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن میں روایت کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ان کے آزاد کردہ غلام کریب رضی اللہ عنہ نے آکر یہ شکایت کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تین کے بجائے ایک وتر پڑھتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ٹھیک ہی کرتے ہوں گے، کیونکہ وہ ہم سے بڑھ کر عالم ہیں[۱۳]۔ یاد رہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے، جبکہ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بر سر پیکار تھے۔

اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کسی کو زنا کرتے دیکھ لیا، صبر نہ ہو سکا اس شخص کو قتل کر دیا، یا اپنی بیوی کو قتل کیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ پہنچا، ان کی کچھ سمجھ میں نہ آیا، کہ کیا فیصلہ فرمادیں، اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں مسئلہ کی تحقیق کر کے لکھیں۔[۱۴]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ ائمہ فقہاء رحمۃ اللہ علیہم کے درمیان بھی ہر دور میں اختلاف پائے گئے ہیں، کیونکہ وہ لوگ مرور زمانہ کے ساتھ پیدا ہونے والے مسائل کا حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے اجتہاد کیا کرتے تھے اور اجتہاد میں اختلاف کا وقوع پذیر ہونا ناگزیر ہے، لیکن ان اختلافات کے باوجود دینی

معاملات اور شرعی احکام کے سلسلے میں وہ لوگ نہایت احتیاط برتتے تھے اور ایک دوسرے کا بے انتہا ادب واحترام کرتے تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو خود ایک فقہی مسلک کے بانی تھے، مگر جب ان سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی استعداد علمی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے قریب ہی واقع ایک ستون کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

"وہ ایسے شخص تھے کہ اگر تجھ سے اس ستون کے سونا ثابت کرنے کے دلائل پیش کریں، تو وہ ضرور اپنی حجت میں کامیاب رہیں۔" (۱۵)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

"من أراد أن يعرف الفقه فليلزم أبا حنيفة وأصحابه ، فإن الناس كلهم عيال عليه في الفقه"(۱۶)

"جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کے نقش قدم پر چلے کیونکہ تمام لوگ فقہ میں امام صاحب کے خوشہ چین ہیں۔"

بلکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور بزرگی کا احترام کرتے ہوئے اپنے مسلک پر اصرار نہ کیا اور جب ان کی قبر کے قریب مسجد میں صبح کی نماز پڑھی تو اپنے مسلک کے برخلاف دعائے قنوت نہ پڑھی، پیروکاروں کے استفسار پر فرمایا:

"تَأَدُّبًا مَعَ صَاحِبِ هَذَا الْقَبْرِ"(۱۷)

"اس صاحب قبر (امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے (دعائے قنوت نہ پڑھی۔"

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صاحب مسلک ائمہ اربعہ میں سے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ زہد و تقویٰ اور علم میں اس جگہ ہیں کہ کوئی اس مقام کو نہیں پہنچ سکا"(۱۸)

ان روایات پر غور کرنے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ہمارے سلف صالحین میں اختلاف رائے کے باوجود کس قدر رواداری پائی جاتی تھی اور باہمی احترام اور عزت نفس کو کس قدر ملحوظ رکھتے تھے، انہوں نے اختلاف رائے کو کبھی بھی اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا اور کبھی یہ نہ کہا کہ صرف میری ہی

بات حق ہے اور دوسروں کی باطل ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ معمولی معمولی استحبابی امور پر لڑتے ہوئے امت میں افتراق اور شقاق پیدا کرنا نہایت خطرناک اور دین دشمنی سمجھتے تھے اور اس سے سختی سے پرہیز کرتے تھے۔[۱۹]

اسی طرح دور حاضر یا ماضی قریب سے بھی ایسی مثالیں پیش کی جاسکتی ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف رائے کے باوجود ہمارے اسلاف ایک دوسرے کے ساتھ مروت اور رواداری کا سلوک روا رکھتے تھے اور ان کے اجتہادی اختلافات کبھی آپس کے تعلقات اور اخلاق پر اثرانداز نہیں ہوتے تھے، مثلاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند ایک مرتبہ دہلی میں کسی ضرورت کی بناء پر قیام پذیر تھے اور ان کے ساتھ ان کے بعض نامور شاگرد مثلاً احمد حسن، مولانا محمود حسن اور امیر شاہ خان وغیرہ بھی مقیم تھے، ایک دن مولانا احمد حسن صاحب نے ساتھیوں کے سامنے تجویز پیش کی کہ لال کنویں کی مسجد کے امام صاحب کی قرأت بہت اچھی ہے، کل صبح کی نماز اس مسجد میں پڑھی جائے، مولانا محمد قاسم کے ایک شاگرد یہ سن کر سخت غصے میں آگئے اور مولانا احمد حسن کو ڈانٹتے ہوئے فرمانے لگے کہ کیا ہم اس شخص کے پیچھے نماز پڑھیں گے جو ہمارے حضرت (محمد قاسم نانوتوی) کی تکفیر کرتا ہے؟

یہ گفتگو کسی ذریعہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب تک جاپہنچی، وہ دوسرے دن سب شاگردوں کو لے کر لال کنویں کی مسجد میں پہنچ گئے اور انہی امام صاحب کی اقتدا میں نماز فجر ادا کی، امام صاحب نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ نمازیوں میں کچھ اجنبی چہرے نظر آرہے ہیں جو شکل وشباہت اور وضع و قطع سے علماء لگتے ہیں، معلوم کیا تو پتہ چلا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اپنے شاگردوں سمیت نماز باجماعت میں شریک ہوئے ہیں، امام صاحب نہایت شرمندہ ہوئے اور لپک کر مولانا محمد قاسم نانوتوی سے مصافحہ کیا اور اپنے سابقہ رویے پر معافی چاہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی نے فرمایا: کوئی بات نہیں، میرے دل میں آپ کے اس فعل کی قدر ہے کہ آپ نے مجھے توہین رسالت کا مرتکب سمجھ کر میری تکفیر کی ہے، یہ آپ ﷺ کی غیرت ایمانی کا تقاضا تھا، گلہ صرف اتنا ہے کہ جو چیز آپ تک پہنچی تھی، آپ نے اسے بغیر تحقیق کئے قبل کرلیا، آپ کو پہلے تحقیق کرلینی چاہئے تھی۔

بعض حضرات کی روایت کے مطابق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نے مولانا تھانوی کا ایک دلچسپ واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب مولانا اشرف علی تھانوی کو حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی وفات کی

خبر پہنچی تو انہوں نے بے ساختہ ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی، کسی نے عرض کیا کہ حضرت مولانا احمد رضاخان تو آپ کو کافر کہتے تھے، آپ ان کے لیے دعائے مغفرت کر رہے ہیں؟ فرمایا: حضرت مولانا مجھے اس لیے کافر کہتے تھے کہ میں ان کے نزدیک گستاخ رسول تھا، اگر وہ یہ سمجھنے کے بعد بھی مجھے کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔[۲۰]

اختلاف رائے جو اپنی حدود کے اندر ہو، یعنی قرآن وسنت کے قطعی اور اعتقادی مسائل اور قطعی احکام میں نہ ہو، صرف فروعی مسائل اجتہادیہ میں ہو، جن میں قرآن وسنت کی نصوص ساکت یا مبہم ہیں اور وہ بھی جنگ وجدل اور لعن وطعن کی حد تک نہ پہنچے، تو وہ بجائے مضر ہونے کے مفید اور ایک نعمت ورحمت ہے۔

امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت اس لیے اختیار فرمائی گئی کہ اس امت کے علماء حق اور فقہاء متقین میں جو اختلاف ہو گا وہ ہمیشہ اصول قرآن وسنت کے ماتحت ہو گا اور صدق نیت اور للّٰہیت سے ہو گا، کوئی نفسانی غرض، جاہ ومال کی ان کے اختلاف کی محرک نہ ہو گی، اس لیے وہ کسی جنگ وجدل کا سبب بھی نہ بنے گا۔

علامہ عبد الرؤف مناوی نے مذکورہ بالا حدیث کی بسیط شرح لکھی ہے، اس کی تحقیق کے مطابق فقہائے امت کے مختلف مسالک کا وہ درجہ ہو گا جو زمانہ سابق میں انبیاء علیہم السلام کی مختلف شرائع کا تھا کہ مختلف ہونے کے باوجود سب کی سب اللہ ہی کے احکام تھے، اسی طرح مجتہدین امت کے مختلف مسالک اصول قرآن وسنت کے ماتحت ہونے کی وجہ سے سب کے سب احکام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کہلائیں گے۔[۲۱]

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

> یہی وجہ ہے کہ ائمہ مجتہدین اور فقہائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ ان میں سے کسی کا مسلک باطل نہیں اور جو لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں، ان کو دوسروں کے نزدیک گنہگار کہنا جائز نہیں، ائمہ مجتہدین اور فقہائے امت کے مذاہب کے اختلاف کا حاصل اس سے زیادہ نہیں کہ ایک مجتہد نے جو مسلک اختیار کیا ہے، وہ اس کے نزدیک راجح ہے، مگر اس کے مقابل دوسرے مجتہد کے مسلک کو بھی وہ باطل نہیں کہتے، بلکہ ایک دوسرے کا پورا احترام کرتے ہیں۔ فقہاء صحابہ وتابعین اور ائمہ اربعہ کے بے شمار حالات وواقعات اس پر شاہد ہیں کہ فقہی مسلک بہت سے مسائل میں مختلف ہونے اور علمی بحثیں جاری

رہنے کے باوجود ایک دوسرے کا مکمل اعتقاد واحترام کرتے تھے ،جنگ وجدل اور خصومت وعداوت کا وہاں کوئی احتمال ہی نہ تھا، مذاہب فقہاء کے متبعین اور مقلدین میں بھی جہاں تک صحیح علم و دیانت رہے ان کے بھی باہمی معاملات ایسے ہی رہے۔

یہ اختلاف ہے جو رحمت ہی رحمت اور لوگوں کے لیے وسعت وسہولت کا ذریعہ اور بہت سے مفید نتائج کا حامل ہے اور حقیقت یہی ہے کہ فروعی مسائل میں میں راویوں کا اختلاف جہاں تک اپنی حد کے اندر رہے وہ کوئی مضر چیز نہیں ،بلکہ مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو کھولنے اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں معین ہے اور جہاں دیانت دار عقلاء جمع ہوں گے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی مسئلہ میں ان کا اختلاف نہ ہو،ایسا قانون تو یا بے عقلوں میں ہو سکتا ہے جن کو کوئی سمجھ بوجھ نہ ہو،یا بے دینوں میں ہو سکتا ہے جو کسی پارٹی وغیرہ کی رعایت سے خلاف ضمیر رائے میں اتفاق کا اظہار کریں۔(۲۲)

مفتی مرحوم مزید لکھتے ہیں:

"بہت سے لوگ جو اس حقیقت سے واقف نہیں وہ مذاہب فقہاء اور علماء حق کے فتوؤں میں بھی اختلاف کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں،ان کو یہ کہتے سنا جاتا ہے کہ علماء میں اختلاف ہے تو ہم کدھر جائیں، حالانکہ بات بالکل صاف ہے کہ جس طرح کسی بیمار کے معاملہ میں ڈاکٹروں ،طبیبوں کا اختلاف رائے ہوتا ہے تو ہر شخص یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ان میں سے فنی اعتبار سے زیادہ ماہر اور تجربہ کار کون ہے ،بس اس سے علاج کرتے ہیں،دوسرے ڈاکٹروں کو برا نہیں کہتے،مقدمہ کے وکیلوں میں اختلاف ہو جاتا ہے،تو جس وکیل کو زیادہ قابل اور تجربہ کار جانتے ہیں،اس کے کہنے پر عمل کرتے ہیں، دوسروں کی بدگوئی کرتے نہیں پھرتے،یہی اصول یہاں ہونا چاہیے جب کسی مسئلہ میں علماء کے فتوے مختلف ہو جائیں تو مقدور بھر تحقیق کرنے کے بعد جس عالم کو علم اور تقویٰ میں دوسروں سے زیادہ اور افضل سمجھیں اس کا اتباع کریں اور دوسرے علماء کو برا بھلا کہتے نہ پھریں"۔(۲۳)

جیسا کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" صحیح مذہب یہ ہے کہ اس (سائل) پر لازم ہے کہ جہاں تک اس سے ہو سکے تحقیق کر کے بڑے سے بڑے عالم اور پورے دیانت دار شخص سے مسئلہ پوچھے، اللہ نے طاقت پر تقویٰ کا حکم دیا ہے اور اتنا اس کی طاقت میں ہے "(۲۴)

بہر حال خرابی اختلاف رائے میں نہیں اور نہ کسی ایک رائے پر عمل کرنے میں ہے، بلکہ ساری خرابیاں دوسروں کے متعلق بدگمانی اور بدزبانی سے پیش آتی ہیں جو علم و دیانت کی کمی اور اغراض و اہواء کی زیادتی کا نتیجہ ہوتا ہے اور جب کسی قوم یا جماعت میں یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے تو ان کے لیے یہ اختلاف رحمت بھی اختلاف عذاب کی صورت میں منتقل ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کی پارٹیاں بن کر ایک دوسرے کے خلاف جنگ و جدل اور بعض اوقات قتل و قتال تک میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف لعن و طعن اور دل آزار کلمات کو تو مذہب کی حمایت سمجھ لیا جاتا ہے، حالانکہ مذہب کا اس غلو اور زیادتی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔(۲۵)

سید مناظر احسن گیلانی چوتھی صدی ہجری کے ایک بڑے عالم بیدار مغز سیاح علامہ مقدسی کی کتاب کے حوالے سے ایک واقعہ لکھتے ہیں:

کوفہ کے ایک پرانے بزرگ عمرو بن مرہ کے پاس ایک شخص حاضر ہو کر کہنے لگا کہ جناب والا! میرا عجب حال ہے، اب تک مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں شریک ہو کر الگ ہوتا رہتا ہوں، ہر فریق اپنی تائید میں قرآن ہی سناتا ہے، میں تو ان مذہبی جھگڑوں سے تنگ آ گیا ہوں، بتائیے کہ آخر میں کیا کروں؟ عمرو بن مرۃ نے کہا کہ اے شخص سن تو نے مسلمانوں کے مذہبی اختلافات کا ذکر کیا، میں پوچھتا ہوں تو جواب دیتا جا، محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور جو کچھ اللہ کے پاس سے لائے سب سچ ہے، کیا مسلمانوں کا اس میں اختلاف ہے؟ جواب دیا گیا: نہیں۔ قرآن خدا کی کتاب ہے، کیا مسلمانوں کا اس میں اختلاف ہے؟ نہیں۔ پانچ وقتوں کی نمازیں فرض ہیں، کیا مسلمانوں کا اس میں اختلاف ہے، نہیں۔ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے، کیا اس میں اختلاف ہے؟ نہیں۔ کیا رمضان کے مہینے میں روزے فرض ہیں، اس میں اختلاف ہے؟ نہیں۔ بیت اللہ کا حج مسلمانوں پر فرض ہے، کیا اس میں اختلاف ہے؟ نہیں۔ زکوٰۃ فرض ہے، اس میں اختلاف ہے؟ نہیں۔ جنابت (ناپاکی) سے پاک ہونے کے لیے غسل

فرض ہے کیا اس میں اختلاف ہے؟ نہیں۔ الغرض ابن مرۃ مسلسل یوں ہی سوال کرتے جاتے تھے اور جواب میں پوچھنے والا بے چارہ نہیں نہیں کہتا رہا، تب عمرو بن مرۃ نے کہا کہ "دیکھو بھائی مسلمان کا جن مسائل پر اتفاق ہے محکمات بھی ان ہی کو کہتے ہیں، ان کو پکڑ لو اور اختلافی مسائل میں زیادہ غور وخوض کی ضرورت نہیں، ان کی نوعیت متشابہات کی ہے اور آخیر میں وصیت کی: "اہل کتاب کے بعد دین مسلمانوں کے سپرد کیا گیا، ہمارے پہلوں نے یعنی صحابہ نے دین کو جس شکل میں مانا اور برتا، بس ان ہی کا طریق کار اور ان ہی کا شیوہ اختیار کر کے مطمئن ہو جانا چاہیے"

المقدسی نے ابن مرۃ کے اس بیان کو نقل کر کے ایک قاضی صاحب کو ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ جن جن لوگوں سے میں اب تک ملا ہوں، ان میں سب سے زیادہ اثر پذیر ان ہی سے ہوا، ان کی مجلس میں فروعی اور فقہی اختلافات کا ذکر چھڑا تو میں نے دیکھا کہ قبلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہی فرما رہے ہیں: "من صلی هذه القبلة فهم إِخْوَانُنَا الْمُسلمون" (اس قبلہ کی طرف رخ کر کے جو نماز پڑھتے ہیں وہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں)۔ آخر میں المقدسی نے اپنے احساسات کو درج کر کے درج ذیل فقرے پر اختلافات کی اس بحث کو ختم کر دیا ہے، یعنی: "یہ تنگ نظریاں جنہیں تم دیکھتے ہو دراصل یہ شورش جاہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے اور قصہ گو واعظوں کی بے اعتدالیوں کے یہ نتائج ہیں، امت اسلامی کو ان سے کوئی تعلق نہیں" (۲۶)

مفتی محمد شفیع مرحوم نے مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے اور آپس کے اختلاف کو ختم کرنے کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کیا ہے:

"آج مذہب کے نام پر جو جنگ وجدال کا بازار گرم ہے، اس کے دو رکن ہیں، ایک ہر فرقہ اور جماعت کے علماء، دوسرے وہ عوام جو ان کے پیچھے چلنے والے ہیں:

علماء اگر اپنی تحقیق وتنقید میں قرآنی اصول دعوت کے مطابق دوسرے کی تنقیص وتوہین سے پرہیز کرنے لگیں اور اسلام کے وہ بنیادی مسائل جن میں کسی فرقے کو اختلاف نہیں اور اسلام اور مسلمانوں پر جو مصائب آج آرہے ہیں، وہ سب انہیں مسائل سے متعلق ہیں، اپنی کوششوں اور محنتوں کا رخ اس طرف پھیر دیں، اسی طرح عوام اپنی مقدور بھر پوری کوشش کر کے کسی صحیح عالم کا انتخاب کریں اور پھر اس کے بتائے ہوئے طریقے

پر چلتے رہیں، دوسرے علماء یا ان کے ماننے والوں سے لڑتے نہ پھریں، تو بتایئے کہ ان میں اشکال کیا ہے؟ سارے فرقے اور ان کے اختلافات بدستور رہتے ہوئے بھی یہ باہمی جنگ وجدل ختم ہو سکتا ہے، جس نے آج مسلمانوں کو کسی کام کا نہیں چھوڑا، صرف ذرا سی توجہ دینے اور دلانے اور طرز عمل بدلنے کی ضرورت ہے، کاش میری یہ آواز ان بزرگوں اور دوستوں تک پہنچے جو اس راہ میں کچھ کام کر سکتے ہیں اور محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نام پر اس ہمدردانہ دعوت کے لیے کھڑے ہو جائیں تو امت کی بہت سی مشکلات حل ہو جائیں اور ہمارا پورا معاشرہ جن مہلک خرابیوں کی غار میں جا چکا ہے، ان سے نجات مل جائے"۔[۲۷]

ترک کے مشہور مذہبی دانشور محمد فتح اللہ گولن لکھتے ہیں:

"یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف ذوق اور مشرب کے لوگ پیدا فرمائے ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ انسانی فطرت کو تبدیل کرنے اور مختلف ندیوں کے پانی کو ایک ہی ندی میں جمع کرنے کی کوشش غلطی اور خام خیالی ہے، ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے قرآن وایمان کے انوارات کو پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیے اور اپنی توانائیوں کو دوسروں کے ساتھ جھگڑنے میں خرچ نہیں کرنا چاہیے، اگر ہم کسی سے اتفاق نہ کر سکیں تو کم از کم ہمیں اختلاف کی آگ بھڑکانے سے تو گریز کرنا چاہیے، ہمیں نہ صرف مسلمانوں کے ساتھ جھگڑنے، ان پر تنقید کرنے اور ان کی عیب جوئی سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہیے، بلکہ ہمیں ہر اچھا کام کرنے والے کی تحسین کرنے اور ہر کلمہ گو سے تعاون کرنے کی تربیت حاصل کرنی چاہیے، اگر ہم یہ اقدامات اٹھانے میں کامیاب ہو جائیں تو ہم اذن خداوندی سے مسلمانوں میں اتفاق واتحاد اور تعاون باہمی کی فضا قائم کرنے کی امید رکھ سکتے ہیں"۔[۲۸]

مصادر و مراجع

۱) سورۃ الانعام: ٦٥

۲) صحیح بخاری، کتاب الفتن ، باب قول النبي ﷺ لا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض، رقم الحدیث ٦٦٦٥: ، دارالریان للتراث،

۳) صحیح مسلم، كتاب الفتن واشراط الساعة، بَاب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض، رقم الحدیث:۲۸۹۰

۴) مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، ۱۹۷۹ء، ص:۳/۳٦۲

۵) سورۃ ھود: ۱۱۸-۱۱۹

٦) سورۃ آل عمران: ۱۰۳

۷) سورۃ آل عمران: ۱۰۵

۸) سورۃ الانعام: ۱۵۹

۹) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ص:۳ /۳٦۳

۱۰) ایضاً، ص: ۲ /۳۳-۳۴

۱۱) سنن ترمذی، ابواب الصلوٰة ،باب رفع اليدين عندالركوع

۱۲) صحیح بخاری، كتاب المغازی ،باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب ومخرجه الى بنى قريظة، رقم الحدیث:۳۸۹۳

۱۳) البیہقی ، أحمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، كتاب الصلوٰة ،باب الوتر بركعة واحدة، دارالکتب العلمیہ، ص:۳/۲٦

۱۴) امام مالک، مؤطاامام مالک، كتاب الاقضية، باب القضاء فيمن وجد مع امرأ ته رجلاً، رقم الحدیث:۱۴۴٦، مكتبة الثقافة الدينية : ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳م

۱۵) محمد سرفراز احمد خان، مقام ابی حنیفہ، گوجرانوالہ، مکتبہ صفدریہ، ۱۹۹۲ء، ص: ۷۱

۱٦) ایضاً، ص:۷۴

۱۷) ابن عابدین، ردالمحتار علی الدرالمختار، مصر، دارالکتب العربية الكبرىٰ، ص:۱/۴۱

۱۸) مفتی عزیز الرحمن، امام ابو حنیفہ، لاہور، مکتبہ دینیات، ۱۹۷۹ء، ص: ۱۲۸

۱۹) مولانا فضل ربی، مسلکی اختلافات حقیقت اور حل، اسلام آباد، دعوہ اکیڈمی، ۱۹۹۸ء ص: ۱۲

۲۰) ایضاً، ص: ۱۵

۲۱) المناوی، محمد عبد الرؤف، فیض القدیر شرح جامع الصغیر، بیروت، دار الفکر، ۱۹۷۲ء، ص:۱/۲۰۹-۲۱۰

۲۲) مفتی شفیع، تفسیر معارف القرآن، ادارہ اسلامیات لاہور، ص:۳/۳۶۴

۲۳) ایضاً، ص:۳/۳۶۵

۲۴) ابن قیم، شمس الدین محمد بن ابی بکر الجوزیہ، اعلام الموقعین عن رب العلمین (اردو ترجمہ)، مکتبہ قدسیہ، ص:۲/۵۰۹

۲۵) تفسیر معارف القرآن، ص:۳/۳۶۶

۲۶) سید مناظر احسن گیلانی، مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۷۶ء، ص:۱۲۶-۱۲۷

۲۷) مفتی محمد شفیع، وحدت امت، لاہور، انجمن خدام القرآن، ۱۹۸۵ء، ص:۴۹-۵۰

۲۸) محمد فتح اللہ گولن، اسلام اور دور حاضر (اردو ترجمہ) اسلام آباد، ہارمنی پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص: ۱۹۹

****